BA Part-III

Paper - VIII

Classmate
Date:
Page:

اردو صحافت

فنِ صحافت کی ابتدا کب اور کہاں ہوئی یہ سوال اگرچہ تحقیق طلب ہے لیکن اب تک کی معلومات کے مطابق انگریزی فنِ صحافت ۱۶۲۲ء عیسوی میں ایک ہفت روزہ "دی ویکلی نیوز" کی شکل میں لندن میں وجود میں آئی۔ یہ فن بتدریج ترقی کر کے مرحلے طے کرتے ہوئے ۱۷ویں صدی کے آخر اور ۱۸ویں صدی کی ابتدا میں پورے آب و تاب کے ساتھ ابھر کر سامنے آ گیا۔ ایڈیسن کے ذریعے The Spectator شائع ہوا۔

۱۸۱۸ء میں ہندوستان میں "دی سماچار درپن" کی اشاعت اصلاحی اداروں کے ذریعے شروع ہوئی۔ اسی زمانے میں ہندوستان میں سماجی اصلاحات کی تحریکیں زور و شور سے اپنے کام کر رہی تھیں۔ "The Kaumudi" راجہ رام موہن رائے کی ادارت میں اور "[illegible]" ایشور چندر دیا ساگر کی زیرِ ادارت شائع ہوا۔ راجہ رام موہن رائے جو برہمو سماج کے بانی تھے، فارسی ہفت روزہ "مرآۃ الاخبار" بھی نکالتے تھے۔

اردو کا پہلا اخبار "جامِ جہاں نما" ۱۸۲۲ء میں کلکتہ سے شائع ہوا۔ یہ اردو کا پہلا اخبار اور اردو صحافت کا وجود کلکتے ہی کی مرہونِ منت ہے۔ اردو اخبار نویسی کی ابتدا بنگال سے ہوئی۔ اس کی کئی وجوہات تھیں۔ پہلی بات یہ کہ اردو کسی لسانی سرحد کی پابند نہیں رہی ہے۔ اگرچہ اردو کا سب سے بڑا مرکز دلی تھا۔ لیکن اس وقت شہر کلکتہ کی بول چال کی زبان اردو ہی تھی۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کے صدر مقام ہونے کی وجہ سے اس وقت یہ شہر ہندوستان کی راجدھانی تھا۔ چھاپہ خانے کی سہولت کی بنا پر بھی جام جہاں نما کو بنگال سے شائع کرنے میں زیادہ آسانی حاصل ہوئی۔

ڈاکٹر عبدالسلام خورشید کی تحقیق کے مطابق:۔

"جامِ جہاں نما" اردو کا پہلا اخبار تھا۔ یہ پہلے اردو میں شائع ہوا۔ چھ شمارے ہوئے تھے کہ کلکتہ جرنل میں اعلان ہوا کہ اخبار اردو میں شائع ہونا شروع ہوا تھا کہ اس زبان میں عنقریب اہم تبدیلی ہونے والی ہے۔"

چنانچہ یہ تبدیلی فارسی کے حق میں ہوئی مگر ایک سال بعد جام جہاں نما نے پھر اردو کی طرف رجوع کیا مگر فارسی اخبار بدستور قائم رہا۔ تبدیلی طرف یہ ہوئی کہ ۳۰ مارچ ۱۸۶۶ء کو سر سید نے اخبار "علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ" جاری کر کے پورا کیا۔ شروع میں ہفت روزہ تھا۔ پھر سہ روزہ ہو گیا۔ اس کا ایک کالم انگریزی میں اور ایک کالم اردو میں ہوتا تھا۔ بعض مضامین اردو میں الگ اور انگریزی میں الگ چھاپے جاتے۔ اسی طرح اس اخبار سے انگریز اور ہندوستانی دونوں فائدہ اٹھاتے تھے۔ سر سید احمد اخبار میں سیاسی مسائل پر ایسے شذرات لکھتے تھے کہ ان سے انگریز ہندوستانیوں کے مسائل اور خواہشات و شکایات سے آگاہ ہوں۔ اس کا دوسرا مقصد ہندوستانیوں میں سیاسی ذوق کو پیدا کرنا بھی تھا۔

مولانا حالی کے بیان کے مطابق:۔

" اس اخبار میں سوشل، اخلاقی، علمی اور پولیٹیکل ہر قسم کے مضامین برابر چھپتے تھے۔ جو نصب العین اس اخبار نے اپنے لئے اختیار کیا تھا، اس کو ہمیشہ برقرار رکھا۔ وہ ہمیشہ

اردو صحافت

رعیت کو آزادی اور طاقت سکھاتا تھا اور ان کی خیر خواہی اور وفاداری کے خیالات ان پر ظاہر کرتا تھا۔"

سر سید ۱۸۶۸ء میں انگلستان گئے۔ ۱۸۷۰ء میں واپس آئے۔ ۲۴ دسمبر ۱۸۷۰ء کو ایک نیا رسالہ "تہذیب الاخلاق" جاری کیا۔ اس کے دو نام تھے۔ اردو میں تہذیب الاخلاق اور انگریزی میں "دی محمڈن سوشل ریفارمر"۔ رسالہ مکمل اردو میں شائع ہوتا تھا۔ سائز (۲۰×۲۶) اور تقریباً بارہ صفحات ہوتے تھے۔

اس اخبار اور سائنٹفک سوسائٹی میں فرق یہ تھا کہ تہذیب الاخلاق میں خبریں نہیں چھپتی تھیں بلکہ ایسے مضامین شائع ہوتے تھے جن کا مقصد مسلمانوں کا انداز فکر بدلنا تھا۔ اس اخبار کی وجہ سے سر سید احمد کو اپنے عہد کے قدامت پسند افراد کی طرف سے مخالفت کے جس طوفان کا سامنا کرنا پڑا، اس کی الگ داستان ہے۔ مخالفت کی وجہ سے رسالہ کو بند بھی کرنا پڑا۔ مگر اس کے باوجود یہ بات بلا مبالغہ کہی جا سکتی ہے کہ باشعور لوگوں کو "تہذیب الاخلاق" نے جس حد تک متاثر کیا، اس کی مثال انیسویں صدی کی اردو صحافت میں نہیں ملتی ہے۔

اردو صحافت میں ۱۸۵۷ء کے بعد روزناموں کا دور بھی شروع ہوا۔ عبدالسلام خورشید کے قول کے مطابق:-

• اردو کا پہلا روزنامہ اخبار کلکتہ کا "اردو گائیڈ" تھا جس کو مولوی کبیر الدین احمد خان نے ۱۸۵۸ء میں شروع کیا۔ ٹائپ میں چھپے اس اخبار کے صرف دو ہی صفحات تھے۔"

اس طرح اردو صحافت کا معیار مرحلہ در مرحلہ وقت کے تقاضے کو پورا کرتے، اپنی جذبات پیش کرتے ہوئے بیسویں صدی میں داخل ہوا۔ بیسویں صدی کے اوائل میں مولانا وحید الدین سلیم، مولانا حسرت موہانی اور دوسرے صاحب قلم جلوہ افروز ہوئے۔

مولانا ابوالکلام آزاد نے "الہلال" ۱۹۱۲ء میں کلکتہ سے نکالا۔ پہلا شمارہ جولائی میں نکلا جو ٹائپ میں سولہ صفحات پر شائع ہوا تھا۔ اس جریدے نے یہاں اردو اخبارات کے گیٹ اپ، سیٹ اپ میں تبدیلی لائی وہیں اپنے مضامین کے معیاری ہونے کی وجہ سے قارئین کا ایک وسیع حلقہ بھی پیدا کرنے میں کامیاب رہا۔

مولانا ابوالکلام آزاد نے الہلال کے پہلے شمارہ میں اپنا صحافتی نظریہ واضح کرتے ہوئے اعلان فرمایا۔

"ہم اس بازار میں سودائے نفع کے لئے نہیں بلکہ تلاش زیادہ و نقصان میں آئے ہیں۔ صلہ و تحسین کے لئے نہیں بلکہ نفرت و دشنام کے طلبگار ہیں۔ عیش کے پھول نہیں بلکہ خلش و اضطراب کے کانٹے ڈھونڈتے ہیں۔ دنیا کے سیم و زر کو قربان کرنے کے لئے نہیں بلکہ خود اپنے تئیں قربان کرنے کے لئے آئے ہیں۔"

ایک صاحب نے ان کی اعانت کی پیشکش کی تو اس پر یہ جواب دیتے ہیں۔

"ہمارے عقیدے میں تو جو اخبار اپنی قیمت کے سوا کسی انسان یا جماعت سے کوئی اور رقم لینا جائز رکھتا ہو، وہ اخبار نہیں بلکہ اس فن کے لئے ایک دھبہ اور سر تا سر عار ہے۔"

یہ حقیقت ہے کہ مولانا ابوالکلام آزاد کی صحافت نے اردو صحافت کے معیار کو بلند کیا۔ غلامی سے تنگ آئے ہوئے عوام کا ترجمان بن گیا۔ اس اخبار نے عوام میں آزادی کی روح پھونک دی۔ بیسویں صدی کے آغاز میں ایک اہم رسالہ ملتا ہے جس کی ادارت مولانا حسرت موہانی فرماتے تھے۔ یہ رسالہ اردوئے معلی کے نام

اردو صحافت

سے مشہور ہے۔ اگرچہ یہ ایک ادبی رسالہ تھا، مگر اس میں سیاسی مضامین بھی شائع ہوتے تھے۔ حسرت موہانی اعلیٰ تعلیم یافتہ اور کانسٹیٹیوشنلسٹ تھے۔ وہ واضح سیاسی انداز فکر رکھتے تھے۔

ان کا نقطۂ نظر نومبر ۱۹۱۳ء کے اردوئے معلیٰ کے اداریہ سے واضح ہو جاتا ہے:

”مستقل رہے کہ ہمارے خیال میں یقین یا عقیدہ کا نام جس سے کہ وہ مذہبی ہو یا سیاسی کو محض مصلحت یا حقیقت کے لحاظ سے ترک یا تبدیل کر دینا اخلاقی گناہوں میں بدترین گناہ ہے۔ جس کے ارتکاب کا جرأت شاید آزاد خیال اخبار نویس کے دل میں ارادہ بھی پیدا ہو سکتا ہے؟“

فروری ۱۹۱۲ء میں اخبار ہمدرد، مولانا محمد علی جوہر نے دہلی سے جاری کیا۔ مولانا محمد علی جوہر آکسفورڈ کے گریجویٹ تھے۔ اعلیٰ تعلیم یافتہ تھے۔ ان کا مطالعہ و مشاہدہ بہت وسیع تھا۔ انہوں نے صحافت کا ایک خاص ضابطۂ اخلاق مرتب کیا تھا۔

رئیس احمد جعفری کے بیان کے مطابق مولانا محمد علی جوہر کے صحافتی اوصاف مندرجہ ذیل نکات پر محیط تھے:

(۱) اخبار کو ذاتیات سے مبرا ہونا چاہیے۔ نہ کسی دشمن کے خلاف لکھنا چاہیے نہ کسی کی ~~[illegible]~~ تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملانے چاہئیں اور مخالفت میں ہمیشہ اصول کے دائرے میں محدود رہے۔

(۲) جو کچھ لکھا جائے عبارت آرائی کے خیال سے نہیں نہ لوگوں کے چٹکیاں لینے کی غرض سے بلکہ متانت اور مناسب سنجیدگی سے لکھا جائے۔

(۳) اخبار کا ~~مقصد~~ مقصد یہ ہو کہ اپنی قوم کو فائدہ پہنچایا جائے۔ نہ یہ کہ کسی دوسری قوم کو نقصان پہنچایا جائے۔

(۴) ایڈیٹوریل محض بھرتی کے لیے نہیں، کسی اہم اور تازہ واقعہ پر لکھا جائے اور اس کے لیے پوری محنت، تحقیق اور مطالعہ سے کام لیا جائے۔

صحافی سے یہ توقع کی جاتی ہے کہ وہ واقعات کو پوری صحت سے درج کرے۔ "ہمدرد" حکومت کا سخت نکتہ چین اخبار تھا۔ آخر کار سرکار نے اس پر سنسر بٹھا دیا۔ جس کی وجہ سے ۱۷ مئی ۱۹۱۵ء کو اخبار بند کرنا پڑا۔ مولانا محمد علی جوہر کو کئی مرتبہ قید و بند کی سختیاں جھیلنی پڑیں۔ ۱۹۱۷ء میں لاہور سے سیاست اخبار نکلا جس کے مدیر سید حبیب تھے۔ ۱۹۲۰ء میں لالہ جیت رائے نے لاہور سے "بندے ماترم" نکالا۔ یہ پہلا اخبار تھا جس کو ایک مشترکہ کمپنی کے تحت کثیر سرمایہ سے نکالا تھا۔ جس کی ادارت میں سردار مدن سنگھ، میلا رام وفا شامل تھے۔ یہ محب وطن صحافت کا نمونہ تھا۔ ابتدائی شمارہ دس ہزار شائع ہوا۔

۱۹۲۵ء میں عبدالماجد دریابادی کی ادارت میں اخبار "سچ" شائع ہوا۔ اس اخبار کی زبان بہت ہی سلیس اور دلچسپ تھی۔ وہ عوام میں بہت مقبول ہوئے۔ ۱۹۲۵ء میں جمعیۃ العلمائے ہند نے "الجمعیۃ" نکالا۔ پہلا یہ ہفت روزہ تھے۔ اب روزنامہ ہے۔

اردو صحافت

اس کے مدیر مولانا ظفر خان، مولانا ابو الاعلیٰ مودودی، مولانا عبد الوحید صدیقی اور مولانا محمد عثمان فارقلیط تھے ۔

۱۹۳۴ء میں "احسان" نامی اخبار علامہ اقبال کی سرپرستی میں جاری ہوا۔ جس کے مدیر مرتضیٰ خان میکش، چراغ حسرت تھے۔ ۱۹۳۷ء میں پٹنہ سے صدائے عام نذیر احمد نے نکالا جو اب تک جاری ہے۔ اس کے علاوہ پٹنہ سے سنگم غلام سرور، ساتھی سہیل عظیم آبادی کے زیر ادارت شائع ہوتا رہا۔

۱۹۴۲ء میں پنڈت جواہر لال نہرو کی سرپرستی میں لکھنؤ سے روزنامہ "قومی آواز" جاری ہوا۔ جس کے مدیر حیات اللہ انصاری تھے۔ اس کی سب سے بڑی خوبی کتابت و طباعت کی تھی۔ یہ آج تک جاری ہے۔ جنگ آزادی اور اردو صحافت کا رشتہ بھی قابل ذکر حد تک اہمیت کا حامل رہا ہے۔ جنگ آزادی میں حصہ لینے والے اردو صحافیوں میں خصوصاً مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا محمد علی جوہر، مولانا ظفر علی خان مشہور ہیں۔

اردو صحافت ہمیشہ آزادی اور حریت کی تحریک میں صف اول پر نظر آتی ہے۔ ۱۸۵۷ء کی تحریک آزادی ہند میں مولانا محمد باقر کا جرم صرف یہی تھا کہ انہوں نے اپنے اخبار میں تحریک آزادی ہند کی مفصل رپورٹ شائع کروائی تھی۔ وہ جنگ آزادی کی حمایت کے جرم میں گولی کا شکار ہوئے۔ مولانا صحافت، تقسیم ہند کے بعد بری طرح متاثر ہوئی۔ ۱۲۵ سالوں کی آبیاری سے جو اردو صحافت پروان چڑھی تھی۔ اس کا شیرازہ منتشر ہو گیا۔ اردو صحافت دو حصوں میں بٹ گیا۔ نئے ہندوستان میں قومی آواز، آزاد ہند، رہنمائے دکن، ملاپ، سیاست، آزاد، صداقت اور پرتاپ وغیرہ اخبار باقی رہے۔ اس طرح اردو صحافت ملک کی غلط لسانی تنگ نظری نے اس کو کمزور کر دیا۔ آج بھی اردو صحافت ملک کی وسیع تر آبادی کو فیضیاب کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ لیکن بڑے پیمانے پر اردو پریس کی تنظیم نہیں ہوئی۔ چند اخبارات کو چھوڑ کر بیشتر اخبار و رسائل سرمایہ کی کمی کے شکار ہیں۔ اگرچہ موجودہ دور میں صحافت ایک صنعت بن چکی ہے۔ صنعتی اصول پر چلنے والے اخبارات کو اشتہارات اور صنعتی سہولتوں کی وافر ہی کی وجہ سے سرمایہ کی فراوانی ہے۔ سرکاری اشتہارات ایسے ہی اخباروں کو ملتے ہیں۔ لیکن اردو صحافت محرومی کی شکار ہے۔

اردو زبان ہندوستان کی ایک مشترکہ سرمایہ ہے۔ اردو صحافت میں آج بھی ہندوؤں، مسلمانوں، سکھوں اور عیسائیوں کی نمائندگی ملتی ہے۔ اردو کے بعض بڑے اخبارات جیسے ملاپ، پرتاپ، تیج اور ہند سماچار وغیرہ کے مدیر ہندو ہیں۔ بعض اخبار سیاسی اور سماجی پارٹیوں کی نمائندگی کرتے جیسے "قومی آواز" جو بہ یک وقت کی خدمات سے نکلتا ہے، کانگریسی خیالات کی ترجمانی کرتا ہے۔ "حیات" کمیونسٹ پارٹی آف انڈیا کا ترجمان ہے۔ "دعوت" جماعت اسلامی ہند کا ترجمان کا کام کرتا ہے۔ "الجمعیۃ" جمعیۃ العلماء ہند کی ترجمانی کے فرائض انجام دیتا ہے۔

صحافت پر ملک کی تعمیر کی بڑی ذمہ داری ہوتی ہے۔ رائے عامہ کی تربیت اور تنظیم صحافت سے زیادہ مثبت انداز پر کوئی دوسرا ذریعہ انجام نہیں دے سکتا ہے۔ صحافت عموماً حکومت کا ناقدانہ آئینہ ہوتی ہیں۔ اس لئے صحافی کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ حکومت کو صحیح مشورہ دے۔ اس لئے صحافتی سطح پر یہ کوشش کرنے کی ضرورت ہے کہ اردو زبان کی ترویج اور اس کے تحفظ کے تمام امکانی صورت پر سرکار کو عامل بنائے۔ اردو صحافت کا مستقبل چونکہ اردو عوام سے وابستہ ہے۔ اس لئے اردو کی بقا کی ممکن حد تک ہر طرح کی کوشش کرتے رہیں۔ اردو صحافت کی زندگی کا رشتہ اردو جاننے والی عوام کے ساتھ منسلک ہے۔